’’شہرِ عظیم‘‘ اور ’’رفیقِ تنظیم‘‘

اویس پاشا قرنی☆

تنظیم اسلامی تمام دینی تحریکات میں اس اعتبار سے ممیز ہے کہ اس کی اٹھان ’’تحریک رجوع الی القرآن‘‘ اور پھر ’’انجمن خدام القرآن‘‘ کے ذریعے ہوئی۔ اس کے بانی اور مؤسس محترم ڈاکٹر اسرار احمد ؒ کا آج بھی بنیادی تعارف عوام الناس میں ’’مدرسِ قرآن‘‘ ہی کا ہے اور بفضلہ تعالیٰ تنظیم اسلامی کے پلیٹ فارم سے قرآن کے انقلابی پیغام کو مؤثر انداز میں عام کیا جا رہا ہے۔
اس اعتبار سے رفقاءِ تنظیم کے لیے رمضان المبارک کی اہمیت دوچند ہو جاتی ہے۔ اس لیے کہ رمضان وہ مہینہ ہے جس کا بنیادی تعارف ہی باری تعالیٰ نے قرآن حکیم کے حوالہ سے کروایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ ج﴾ (البقرۃ:۱۸۵)

’’رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا‘ لوگوں کے لیے ہدایت بنا کر اور ہدایت کی واضح نشانیوں اور حق و باطل کے درمیان امتیاز کے کھلے دلائل کے ساتھ۔‘‘

احادیثِ رسول ﷺ میں بھی رمضان اور قرآن کے باہمی تعلق کو بیان کیا گیا ہے۔
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

((وَکَانَ جِبْرِیْلُ یَلْقَاهُ فِیْ کُلِّ لَیْلَةٍ مِّنْ رَمَضَانَ فَیُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ))(۱)

’’اور جبریلؑ رمضان کی ہر شب آپ ﷺ سے ملاقات کرتے تھے اور آپ ﷺ اُنؑ سے قرآن کریم کا دور فرمایا کرتے تھے۔‘‘

معلوم ہوا کہ رمضان جسے ایک حدیث مبارکہ (عن سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ) میں ’’شہرٌ

(ا) ناظم‘ شعبۂ تربیت تنظیم اسلامی حلقہ کراچی شمالی

(۱) صحیح البخاری‘ کتاب بدء الوحی و کتاب بدء الخلق‘ باب ذکر الملائکۃ۔

عظیمٌ‘‘ کہا گیا‘ قرآن حکیم سے خصوصی تعلق رکھتا ہے۔ اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ افراد جو معاشرے میں قرآن کی دعوت لے کر اُٹھے ہوں انہیں اِس ماہ سے خصوصی نسبت حاصل ہو جاتی ہے —— اور کیوں نہ ہو کہ رمضان المبارک تو ہے ہی جشنِ نزولِ قرآن کا مہینہ!
اس نسبت سے رفقائے تنظیم اسلامی کے لیے خصوصاً اور عوام الناس کے لیے عموماً چند گزارشات پیش کی جا رہی ہیں۔ ——

رمضان المبارک سے قبل اس کی تیاری

رسول اللہ ﷺ‘ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور صلحائے اُمت کا یہ معمول ملتا ہے کہ رمضان سے قبل ہی اس کی تیاری فرمایا کرتے تھے۔ اس کی آمد پر خوش ہوتے اور جب چاند نظر آتا تو یہ دعا کرتے۔ (ویسے یہ دعا ہر ماہ کا چاند دیکھ کر پڑھنا بھی مسنون ہے۔)

((اَللّٰهُمَّ أَهِلَّهُ عَلَیْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِیْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ‘ رَبِّیْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ))(۱)

’’اے اللہ! طلوع فرما ہم پر یہ چاند امن و ایمان‘ سلامتی اور اسلام کے ساتھ‘ (اے چاند) میرا اور تیرا پروردگار اللہ ہے۔‘‘

ہمیں بھی چاہیے کہ رمضان کی آمد سے قبل ہی اس کی تیاری کریں۔

ا۔ ذہنی تیاری:

کسی بھی اہم موقع سے قبل انسان اپنے آپ کو اُس کے لیے تیار کرتا ہے۔ اسی طرح رمضان میں زیادہ سے زیادہ عمل صالح کے لیے ہمیں چاہیے کہ اپنے آپ کو ذہناً تیار کریں۔
اس کام کے لیے بہترین ذریعہ وہ احادیث ہیں جو فضائلِ رمضان کے عنوان سے مختلف مجموعہ ہائے احادیث میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ مثلاً ’’ریاض الصالحین‘‘ از امام نوویؒ اور ’’معارف الحدیث (جلد سوئم)‘‘ از مولانا منظور نعمانیؒ میں متعلقہ ابواب کا مطالعہ مفید رہے گا۔ علاوہ ازیں ’’خطبات‘‘، ’’اسلامی عبادات پر ایک تحقیقی نظر‘‘ از مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی ؒ اور ’’عظمت صوم‘‘، ’’عظمت صیام و قیام رمضان‘‘ از بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمد ؒ کا مطالعہ

(۱) عن طلحۃ بن عبید اللہ۔ سنن الترمذی‘ کتاب الدعوات والمستدرك علی الصحیحین للحاکم‘ کتاب الادب‘ واللفظ له۔

روزہ جیسی عظیم عبادت کی حکمتوں کو ہم پر واضح کرنے میں مفید ثابت ہوگا۔

۲۔مسائل کا علم:

ہر کام سے قبل اُس کی بابت علم کا حصول بھی ضروری ہے۔اسی طرح عبادات کے حوالے سے بھی ناگزیر اُمور کا علم حاصل کرنا ضروری ہے تاکہ اُنہیں صحت کے ساتھ ادا کیا جاسکے۔رمضان سے قبل اور دوران' روزے کے مسائل کا بھی علم حاصل کرنا چاہیے تاکہ مفسدات ومکروہات سے بچا جاسکے اور آداب وشرائط کے ساتھ یہ فریضہ ادا ہو۔اسی طرح جن افراد کا اعتکاف کا ارادہ ہو انہیں اس کے مسائل سے بھی واقفیت حاصل کرنی چاہیے۔اس کام کے لیے ''آسان فقہ'' از مولانا یوسف اصلاحیؒ اور ''تعلیم الاسلام'' از مفتی کفایت اللہ دہلویؒ' بلوغ المرام وغیرہ میں متعلقہ ابواب کا مطالعہ مفید رہے گا۔

۳۔معمولات کا تعین:

ذہنی تیاری میں یہ بات بھی اہم ہے کہ رفقاء قبل از رمضان ہی اس مہینہ کے معمولات کا تعین کریں اور زیادہ سے زیادہ وقت عبادات ودینی مشاغل کے لیے فارغ کرنے کی کوشش کی جائے۔لایعنی اُمور سے مکمل اجتناب کا عزم ہو۔اپنے لیے خود سہل الحصول اَہداف معین کرنے چاہئیں' جیسے روزانہ تلاوتِ قرآن حکیم کے نصاب میں گراں قدر اضافہ' کسی تفسیر یا دینی کتب کا مطالعہ وغیرہ۔یہ بات دیکھنے میں آئی ہے کہ بعض لوگ رمضان کی بابرکت ساعتوں کو عید کی شاپنگ' گھر کی مرمت یا رنگ وروغن وغیرہ جیسے غیر اہم کاموں میں ضائع کر دیتے ہیں۔ اہتمام کرنا چاہیے کہ ناگزیر امور قبل از رمضان نمٹا لیے جائیں۔

۴۔دورۂ ترجمہ قرآن کی تیاری:

رفقائے تنظیم کے لیے رمضان المبارک میں دورۂ ترجمہ قرآن کی صورت میں حصولِ اجر وثواب اور ادائیگی فرض کا بھرپور موقع فراہم ہوتا ہے۔اس کی بہت سی انتظامی تیاریاں قبل از رمضان ہی کی جاتی ہیں۔اس میں بھرپور شرکت ہم میں سے ہر رفیق کی ذمہ داری ہے۔اس کے لیے وقت اور مال کا انفاق رمضان سے قبل ہی شروع ہو جانا چاہیے۔احباب کو دورۂ ترجمہ قرآن میں شرکت کے لیے پیشگی آمادہ کرنا دعوتی کام کا لازمی حصہ ہے۔اس حوالہ سے اپنے نقیب اور دیگر ذمہ داران سے مستقل رابطہ میں رہتے ہوئے بروقت امور کی انجام دہی ان شاء اللہ ہمارے لیے اُخروی اثاثہ ثابت ہوگی۔کیا عجب کہ ہماری دعوت پر آنے والے کسی شخص کی زندگی قرآن کی دعوت کو سن کر تبدیل ہو جائے' ہمارے لیے صدقۂ جاریہ کا باعث بنے اور ہم

سرخ اونٹوں کی بشارت کے مستحق ٹھہریں۔ وما ذٰلك على اللّٰهِ بعزيز!

رمضان المبارک کے دوران انفرادی امور

ا۔روزہ (صیام):

اللہ تبارک وتعالیٰ نے روزہ کی عبادت کو فرض ٹھہرایا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ (البقرة:۱۸۵)

''سو جو کوئی تم میں سے اس مہینے کو پائے اس کے روزے رکھے۔''

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ (البقرة:۱۸۳)

''تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے جیسا کہ تم سے پہلے والوں پر فرض کیا گیا تھا۔''

حضرت ابوہریرہؓ نے حضور اقدسﷺ کا یہ ارشادِ گرامی روایت کیا ہے:

((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ))(۱)

''جس نے رمضان کے روزے ایمان اور ثواب کی امید کے ساتھ رکھے اُس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔''

حضرت ابوہریرہؓ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا:

((كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ عَشْرُ اَمْثَالِهَا اِلٰى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ' قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِلَّا الصَّوْمَ فَاِنَّهُ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ' يَدَعُ شَهْوَتَهُ وَطَعَامَهُ وَشَرَابَهُ مِنْ اَجْلِيْ' لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهِ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهٖ' وَلَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ))(۲)

''انسان جو بھی عمل کرتا ہے اُس کا اجر اسے دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ملتا ہے'

---

(۱) صحيح البخاري' كتاب الايمان' باب صوم رمضان احتساباً من الايمان۔

(۲) صحيح مسلم' كتاب الصيام' باب فضل الصيام۔ و سنن ابن ماجه' كتاب الصيام' باب ماجاء في فضل الصيام۔

لیکن روزے کی بابت اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ یہ عمل چونکہ خالص میرے لیے ہے اس لیے میں خود ہی اس کی جزا دوں گا۔ کیونکہ روزہ دار صرف میری خاطر اپنی جنسی خواہش اور کھانا پینا چھوڑتا ہے۔ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں' ایک خوشی اسے روزہ کھولتے وقت حاصل ہوتی ہے اور دوسری اس وقت حاصل ہوگی جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا۔ اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔''

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر روزے کی عبادت کو ایسی کیا امتیازی شان حاصل ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ بذاتِ خود اس کا اجر عطا فرمائیں گے!

ایک اور حدیث میں روزہ دار کی خصوصی فضیلت کا تذکرہ بایں الفاظ فرمایا گیا:

((اِنَّ فِی الْجَنَّةِ بَأَبًا يُقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ' لَا يَدْخُلُ مِنْهُ اَحَدٌ غَيْرَ هُمْ' يُقَالُ: اَيْنَ الصَّائِمُوْنَ ؟ فَيَقُوْمُوْنَ' لَا يَدْخُلُ مِنْهُ اَحَدٌ غَيْرُهُمْ' فَاِذَا دَخَلُوْا اُغْلِقَ فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ اَحَدٌ)) (۱)

''یقیناً جنت میں ایک دروازہ ہے جسے ''ریّان'' (تروتازگی) کہا جاتا ہے' اُس دروازہ سے قیامت کے روز روزے دار داخل ہوں گے' ان کے علاوہ کوئی اُس سے داخل نہیں ہوگا۔ کہا جائے گا کہاں ہیں روزے دار؟ تو وہ کھڑے ہو جائیں گے۔ اس دروازے سے ان کے علاوہ کوئی اور داخل نہ ہوگا۔ پس جب وہ داخل ہو جائیں گے تو دروازہ بند کر دیا جائے گا اور کوئی اس میں داخل نہ ہو سکے گا۔''

مندرجہ بالا دونوں احادیث میں روزہ کی عبادت کو تمام عبادات میں جو ایک خصوصی مقام دیا گیا ہے اس کی توجیہہ محترم بانیٔ تنظیم اسلامی رحمہ اللہ نے یہ فرمائی ہے کہ دیگر اعمالِ صالحہ کی جزا تو روزِ قیامت جنت کے انعام واکرام کی صورت میں دی جائے گی جب کہ حکمت دین کی رو سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ چونکہ روح کی بالیدگی اور تروتازگی کا سبب ہے اور روح کو ایک خاص نسبت ذاتِ باری تعالیٰ سے ہے' ازروئے الفاظِ قرآنی: ﴿وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِیْ﴾ (الحجر: ۲۹) چنانچہ روزہ کی عظیم الشان عبادت سے روحِ انسانی کا ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف رفع اور علو ہوتا ہے' یعنی براہ راست اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم ہوتا ہے۔ معلوم ہوا

(۱) صحیح البخاری' کتاب الصوم' باب الریان للصائمین۔ عن سہل بن سعد رضی اللہ عنہ

کہ دن کا روزہ اور رات کا قیام تعلق مع اللہ کے حصول کا بہترین ذریعہ ہے۔

اسی طرح اس حدیث کی وہ روایت کہ جس میں ''اَنَا اُجْزٰی بِہٖ'' (میں ہی روزہ کی جزا ہوں) وارد ہوا ہے' بھی سمجھ میں آجاتی ہے' اور دوسری حدیث میں جو روزہ داروں کے لیے مخصوص دروازے کو ''باب الریان'' (تروتازگی والا دروازہ کہا گیا) اس کی بھی ایک تاویل سمجھ میں آتی ہے کہ روح کی تازگی مراد ہے' جسم تو روزے سے ضعف ہی کا شکار ہوتا ہے۔ واللہ اعلم!

وہ اُمور جن سے اجتناب ضروری ہے

اس سے قبل روزہ کی فرضیت اور فضیلت پیش کی گئی۔ اس فضیلت کے حامل وہی روزے دار ہوں گے جو اس عبادت کو تمام شرائط و آداب کے ساتھ بجا لائیں۔ اعمال کی قبولیت کے حوالے سے قرآن نے اپنا نقطۂ نظر خوب واضح کر دیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ﴿۲۷﴾﴾ (المائدۃ)

''بیشک اللہ متقیوں ہی سے قبول فرماتا ہے۔''

متقی ہونے یعنی تقویٰ کا تقاضا ہے کہ ہم اُن امور سے اجتناب کریں جو روزے کی روح کے منافی ہیں۔ چنانچہ حدیث کی روایات میں ہمیں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے ارشادات ملتے ہیں جن میں اُن امور کی نشاندہی فرمائی گئی ہے جن سے ایک روزہ دار کو اجتناب کرنا چاہیے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ' فَاِنْ سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهٗ فَلْيَقُلْ اِنِّیْ صَائِمٌ)) (۱)

''جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو وہ نہ تو فحش گوئی کرے اور نہ ہی شور وغل مچائے۔ اگر کوئی دوسرا اسے گالی دے یا لڑنے کی کوشش کرے تو اُس سے کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں۔''

(۱) صحیح البخاری' کتاب الصوم' باب ھل یقول انی صائم اذاشتم۔ و صحیح مسلم' کتاب الصیام' باب فضل الصیام۔

(۲) صحیح البخاری' کتاب الصوم' باب من لم یدع قول الزور والعمل بہ فی الصوم۔ وسنن الترمذی' کتاب الصوم' باب ما جاء فی التشدید فی الغیبۃ للصائم۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ۔

اسی طرح ایک روایت میں روزہ کی اصل روح یعنی تقویٰ کو یوں واضح کیا گیا ہے:

((مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِىْ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ)) (۲)

''جس نے جھوٹ بولنا اور اُس پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اللہ کو کوئی حاجت نہیں کہ یہ شخص اپنا کھانا پینا چھوڑے۔''

وہ افراد جو دورانِ رمضان عمومی ماحول کے تحت روزہ تو رکھ رہے ہیں اور راتوں کو قیام بھی کر رہے ہیں مگر ان عبادات کی حقیقت اُنہیں حاصل نہیں یا عمل میں اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے وہ عنداللہ ثمر بار نہیں ہوتیں' اس طرزِ عمل کی مذمت کلامِ رسالت مآب ﷺ میں واضح کر دی گئی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((كَمْ مِّنْ صَائِمٍ لَيْسَ لَهٗ مِنْ صِيَامِهٖ اِلَّا الْجُوْعُ، وَكَمْ مِنْ قَائِمٍ لَيْسَ لَهٗ مِنْ قِيَامِهٖ اِلَّا السَّهَرُ))(۱)

''کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں کہ روزے سے بھوک پیاس کے سوا اُن کے پلے کچھ نہیں پڑتا اور کتنے ہی راتوں کو کھڑے رہنے والے ہیں کہ جنہیں اس قیام سے رت جگے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔''

۲۔ قیام:

رمضان المبارک کی راتوں میں نفل نماز کا ادا کرنا حد درجہ باعث فضیلت ہے۔ ویسے بھی فرض نمازوں کے بعد اللہ کے ہاں رات کی نماز کو خاص مقام حاصل ہے۔ عباد الرحمٰن کے اوصاف میں اس وصف کا خصوصیت کے ساتھ تذکرہ کیا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿۶۴﴾ ﴾ (الفرقان)

''اور وہ لوگ جو کہ اپنی راتیں گزارتے ہیں اپنے رب کے حضور سجدے کی حالت میں اور قیام کی حالت میں۔''

(۱) سنن ابن ماجه' كتاب الصيام' باب ماجاء فى الغيبة والرفث للصائم۔ و مسند احمد' باقى مسند المكثرين' مسند ابى هريره۔ وسنن الدارمى' كتاب الرقاق' باب فى المحافظة على الصوم۔

(۲) سنن الترمذى' كتاب صفة القيامة والرقائق والورع۔ و سنن ابن ماجه' كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها' باب ماجاء فى قيام اليل۔ عن عبد الله بن سلام رضی اللہ عنہ

اور آنجناب ﷺ نے بشارت دی:

((اَيُّهَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ وَ اَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصَلُّوْا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ))(۲)

''اے لوگو! سلام کو عام کرو اور کھانا کھلاؤ اور نماز پڑھو رات میں جبکہ لوگ سو رہے ہوں' تم داخل ہو جاؤ گے جنت میں سلامتی کے ساتھ۔''

یہ تو رات کی نماز کی عمومی فضیلت تھی' جبکہ وہ افراد جو دعوتِ دین اور اقامتِ دین جیسے فرائض کی ادائیگی کے لیے کمربستہ ہوں اُن کے لیے تو یہ فضیلت سے بڑھ کر ضرورت کا درجہ رکھتی ہے۔ چنانچہ نبی مکرم ﷺ کو جب رسالت کی عظیم ذمہ داری سونپی گئی تو اس سے قبل اس کی تیاری کے لیے قیام اللیل ہی کا حکم دیا گیا:

﴿يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ﴿۱﴾ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۲﴾ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ﴿۳﴾ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ﴿۴﴾ اِنَّا سَنُلْقِىْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ﴿۵﴾ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِىَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ﴿۶﴾ اِنَّ لَكَ فِى النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ﴿۷﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ﴿۸﴾﴾ (المزمل)

''اے اوڑھ لپیٹ کر سونے والے' رات کو نماز میں کھڑے رہا کرو مگر کم' آدھی رات' یا اس سے کچھ کم کر لو' یا اس سے کچھ زیادہ بڑھا دو' اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔ ہم تم پر ایک بھاری کلام نازل کرنے والے ہیں۔ درحقیقت رات کا اٹھنا نفس پر قابو پانے کے لیے بہت کارگر اور قرآن ٹھیک پڑھنے کے لیے زیادہ موزوں ہے۔ دن کے اوقات میں تو تمہارے لیے بہت مصروفیات ہیں۔ اپنے رب کے نام کا ذکر کیا کرو اور سب سے کٹ کر اُسی کے ہو رہو۔''

مزید برآں رات کی نماز کو رمضان المبارک اور روزے کے ساتھ خاص نسبت ہے جس کی بنا پر اس ماہ کے دوران آپ ﷺ قیام اللیل کا خصوصیت کے ساتھ اہتمام فرماتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی تشویق کراتے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُرَغِّبُ فِىْ قِيَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّاْمُرَهُمْ فِيْهِ

(۱) صحيح مسلم' كتاب صلاة المسافرين و قصرها' باب الترغيب فى قيام رمضان وهو التراويح۔

بِعَزِیْمَۃٍ فَیَقُوْلُ : ((مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ))(۱)

''رسول اللہ ﷺ قیامِ رمضان کی ترغیب دلاتے تھے بغیر اس کے کہ اسے لازم کریں۔ پس آپ ﷺ فرماتے: ''جس نے رمضان کی راتوں میں قیام کیا ایمان کی حالت میں اور ثواب کی نیت سے تو اُس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے گئے۔''

معلوم ہوا کہ رمضان المبارک میں رات کے قیام کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ دراصل حکمت دین کی رو سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس ماہ کے دوران اللہ تبارک وتعالیٰ اہل ایمان کو تربیت وتزکیۂ نفس کا ایک جامع پروگرام دیتے ہیں جس میں دن کا روزہ اور رات کا قیام دو متوازی عناصر ہیں۔ ان دونوں کے ملنے سے وہ مقاصد حاصل ہوتے ہیں جو ایک ماہ کی ریاضت وعبادت کا حاصل ہے، یعنی تعلق مع اللہ (از روئے حدیث: وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ) اور تقویٰ (از روئے قرآن: لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ) چنانچہ رفقائے تنظیم کو چاہیے کہ جس کارِ عظیم یعنی اقامت دین کا بیڑا انہوں نے اٹھایا ہے، اس کی جدوجہد میں عزیمت کی راہ اختیار کرتے ہوئے قیام اللیل کا خصوصی اہتمام کریں، جس میں باجماعت نمازِ تراویح کی ادائیگی نا گزیر ہے، بلکہ اس سے بڑھ کر رات کے آخری پہر یعنی سحری سے قبل انفرادی طور پر بھی تہجد کا اہتمام کریں۔ وباللہ التّوفیق۔

۳۔فہم وتلاوتِ قرآن:

گزشتہ کلام کی روشنی میں رمضان اور قرآن کا ربط وتعلق ـــــ الحمدللہ ـــــ کافی واضح ہو چکا۔ چنانچہ رفقاء کو چاہیے کہ رمضان المبارک میں قرآن مجید کی تلاوت وترتیل کا خصوصی اہتمام کریں۔ ہر روز کا جو نصاب تلاوت معین ہے اُس میں اضافہ ضرور ہونا چاہیے۔ ساتھ ہی قرآن حکیم کے معنی ومفاہیم سے آگاہی کا بھی اہتمام ہو۔ اللہ ربّ العزت بانیٔ محترم ڈاکٹر اسرار احمد ؒ کو حسنات سے نوازے کہ اُن کی جاری کردہ دورۂ ترجمہ قرآن کی روایت سے رمضان المبارک میں قرآن حکیم کی تفہیم وتلاوت سے بہرہ مند ہونے کا ایک حسین موقع ہم رفقاء کو خصوصیت کے ساتھ حاصل رہتا ہے۔ اب یہ ہم پر منحصر ہے کہ ہم اس موقع سے کتنا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ساتھ ہی ہمیں انفرادی طور پر بھی تلاوت کا اہتمام کرنا چاہیے۔ دورۂ ترجمہ قرآن کے دوران جو وقت

(۱) صحیح البخاری۔ (حوالہ گزر چکا ہے)

ہمارا قرآن کے ساتھ صرف ہوتا ہے اُسے نبی اکرم ﷺ کے معمولات سے کسی درجہ میں مشابہت حاصل ہو جاتی ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے:

((کَانَ جِبْرِیْلُ یَلْقَاهُ فِیْ کُلِّ لَیْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَیُدَارِسُهُ الْقُرْاٰنَ))(۱)

''جبریل علیہ السلام رمضان کی ہر شب آپ ﷺ سے ملاقات کرتے تھے اور آپ ﷺ ان سے قرآن کریم کا دور فرماتے تھے۔''

۴۔روزہ افطار کروانا:

احادیث میں اس کی فضیلت بیان ہوئی ہے، اور یہ فضیلت عام ہے، خواہ کسی محتاج کو روزہ افطار کروایا جائے یا اعزہ واقارب یا رفقاء واحباب کو۔ حضرت زید بن خالد الجہنی ؓ فرمانِ رسول ﷺ روایت کرتے ہیں:

((مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا کَانَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِهٖ غَیْرَ اَنَّهٗ لَا یَنْقُصُ مِنْ اَجْرِ الصَّائِمِ شَیْئًا))(۱)

''جس نے کسی روزہ دار کو روزہ افطار کروایا اُس کے لیے بھی اتنا ہی اجر ہے بغیر اس کے کہ روزہ دار کے اجر میں کوئی کمی کی جائے۔''

۵۔سحری کرنا:

بعض لوگ رات کو ہی کھا کر سو جاتے ہیں اور سحری کے وقت بیدار نہیں ہوتے۔ یہ مناسب نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے رات کے آخری پہر میں سحری کرنے کو پسند فرمایا ہے اور اسے باعث برکت قرار دیا ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

((تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِی السَّحُوْرِ بَرَکَةً))(۲)

''سحری کیا کرو کہ بے شک سحری میں برکت ہے۔''

۶۔آخری عشرے کا اہتمام:

(۱) سنن الترمذی، کتاب الصوم، باب ماجاء فی فضل من فطر صائماً۔

(۲) صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب برکة السحورمن غیر ایجاب۔ و صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل السحور...... عن انس بن مالک ؓ۔

(۳) صحیح مسلم، کتاب الاعتکاف، باب الاجتهاد فی العشرالاواخر من شهر رمضان۔

ویسے تو تمام رمضان المبارک کو دیگر ایام پر فضیلت حاصل ہے مگر اِس ماہ کے آخری عشرے کی خصوصی فضیلت اور اہتمام احادیث مبارکہ سے واضح ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَجْتَهِدُ فِى الْعَشَرِ الْاَوَاخِرِ مَالَا يَجْتَهِدُ فِىْ غَيْرِهِ))(۳)

''رسول اللہ ﷺ (رمضان المبارک کے دوران) آخری عشرے میں عبادات کا جو اہتمام فرماتے وہ بقیہ رمضان سے زائد ہوتا۔''

اس اہتمام کی نوعیت دوسری روایت' جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے مروی ہے' میں واضح ہوتی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((اِذَا دَخَلَ العَشْرُ اَحْيَا اللَّيْلَ وَأَيْقَظَ اَهْلَهُ وَجَدَّ وَشَدَّ المِئْزَرَ))

(۱)

''جب (رمضان المبارک) کا آخری عشرہ داخل ہوتا تو آپ ﷺ راتوں کو زندہ فرماتے (یعنی شب بیداری فرماتے) اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے اور خوب محنت کرتے اور کمر کس لیتے۔''

یہ بات محتاجِ بیان نہیں کہ غلبۂ دین کی جدوجہد کرنے والے افراد کے لیے مزاجِ رسول ﷺ سے قرب کس قدر مفید ہے۔ ان روایات سے ہمارے سامنے عبادات کی بابت آپ ﷺ کا مزاجِ عالی واضح ہوتا ہے۔ داعیٔ دین کی شخصیت کا اصل نور مزاجِ نبوی ﷺ کی مطابقت میں پوشیدہ ہے۔

۷۔ اعتکاف:

اعتکاف کے معنی لغت میں جم کر بیٹھنے کے ہیں اور شرعاً اعتکاف ایک عبادت کا نام ہے جس کے کچھ شرائط اور آداب ہیں جو کتب فقہ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ ہم یہاں اس کی فضیلت پر مشتمل روایت نقل کر رہے ہیں تاکہ جو افراد اس کا اہتمام کر سکتے ہوں وہ اِس جانب متوجہ ہو جائیں۔

(۱) صحیح مسلم' کتاب الاعتکاف' باب الاجتهاد فی العشر الاواخر من شهر رمضان۔

(۲) صحیح البخاری' کتاب الاعتکاف' باب الاعتکاف فی العشرالاواخر والاعتکاف فی المساجد کلها......

((اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى)) (۲)

''نبی اکرم ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وفات سے دوچار کیا۔''

اس روایت سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کا یہ معمول رہا کہ ہر سال اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ اور یہ عمل آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے آخری سال تک جاری رہا۔

۸۔ لیلۃ القدر کی تلاش:

لیلۃ القدر کا ذکر قرآن حکیم میں دو جگہ کیا گیا اور دونوں مقامات پر اس کی وجہ تشریف یعنی نزول قرآن بھی مذکور ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِىْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ①﴾ (القدر)

''بلاشبہ ہم نے اس قرآن کو لیلۃ القدر میں نازل کیا۔''

اور سورۃ الدخان میں فرمایا:

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِىْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ﴾ (آیت ۳)

''بے شک ہم نے اس قرآن حکیم کو نازل کیا ہے برکت والی رات میں۔''

اور آپ ﷺ نے اپنا فرضِ منصبی ادا کرتے ہوئے اس کی تعیین فرمائی کہ لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرو۔ (متفق علیہ)

دیگر روایات طاق راتوں یعنی اکیس، تیئیس، پچیس، ستائیس کے تعین پر بھی مشیر ہیں (اثر عن ابن عباس رضی اللہ عنہ)۔ ایک روایت میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ کون سی شب "لیلة القدر" ہے تو میں اُس میں کیا دعا کروں؟ آپ ﷺ نے یہ دعا تلقین فرمائی:

((اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّى))(۱)

۹۔ نیک اعمال کی کثرت:

اس ماہ مبارک میں خصوصیت کے ساتھ نیک اعمال کی کثرت کرنی چاہیے۔ ایک اعتبار

(۱) سنن الترمذی' کتاب الدعوات عن رسول اللّٰه ﷺ۔

(۲) صحیح مسلم' کتاب الصیام' باب فضل شهر رمضان۔ عن ابی هریره رضی اللہ عنہ

سے یہ نیکیوں کا موسم بہار ہے جس میں اعمال صالحہ کی ادائیگی کے لیے عمومی فضا بنی ہوتی ہے۔ اس مقام پر رفقائے تنظیم نیکی کے جامع تصور (بحوالہ آیۃ البر) کو ذہن میں تازہ کرلیں۔

حدیث کے الفاظ ہیں:

((اِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فُتِّحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ وَصُفِّدَتِ الشَّيَاطِيْنُ)) (۲)

''جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے۔''

۱۰۔ مناجات کی کثرت:

قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے جس رکوع میں رمضان المبارک کے روزوں کا تذکرہ فرمایا ہے اُس کے ساتھ ہی یہ آیت وارد ہوئی ہے، جس میں ارشاد باری ہے:

﴿وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ط اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ لا فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ﴾ (البقرة:۱۸۶)

''اور (اے نبی ﷺ) جب بھی آپ سے پوچھیں میرے بندے میرے بارے میں تو (انہیں بتا دیجئے کہ) میں بہت قریب ہوں، میں جواب دیتا ہوں ہر پکارنے والے کی پکار (دعا) کا جب بھی وہ مجھے پکارتا ہے، پس انہیں چاہیے کہ وہ بھی مجھے لبیک کہیں (میرا کہنا مانیں) اور مجھ پر ہی ایمان رکھیں۔''

اس مقام پر اس آیت کے وارد ہونے سے مفسرین نے استدلال کیا ہے کہ رمضان المبارک میں دعاؤں اور مناجات کا خاص اہتمام کرنا چاہیے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے افطار کے وقت دعا کی قبولیت کا قول ملتا ہے۔ ویسے بھی ہر رات اللہ تبارک وتعالیٰ آخری پہر کو آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور مانگنے والوں کو اُن کی مراد عطا کی جاتی ہے (بخاری)۔ رمضان المبارک میں قیام اللیل کے ساتھ مناجات کی کثرت کرنی چاہیے۔

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

رمضان المبارک اور اجتماعی امور

اُمتِ مسلمہ اپنے سیاسی زوال کے ساتھ جس مصیبتِ عظیمہ سے دوچار ہوئی وہ یہ تھی کہ تصورِ دین عملاً محدود ہو کر رہ گیا۔ اسلام کی وہ جامعیت کہ جس میں فرد کے تزکیہ سے لے کر حکومت واقتدار کے اعلیٰ ایوانوں تک کی اصلاح شامل تھی، صرف قصۂ ماضی بن کر رہ گئی۔ یعنی انسانی زندگی کے انفرادی گوشوں سے لے کر اجتماعی گوشوں تک کو خدا پرستی کے رنگ میں ڈھالنے کی فکر مسلمانوں کے اجتماعی شعور ہی سے خارج ہو گئی۔ چنانچہ رمضان المبارک کے ساتھ بھی یہی ظلم کیا گیا کہ اسے صرف انفرادی تقویٰ وتدین تک محدود کر دیا گیا اور رمضان کے دوران کسی اجتماعی جدوجہد کو محدود مذہبیت نے اپنے ہاں بار نہ دیا۔ اسی طرح رمضان المبارک کے اختتام پر عید الفطر جیسے عظیم الشان موقع کو بھی صرف ایک رسم بنا کر رکھ دیا گیا، جبکہ عید الفطر مسلمانوں کی اجتماعیت کا بھرپور اظہار ہے اور تکبیر رب کا پُرزور اعلان!! از روئے الفاظ قرآنی:

﴿وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ﴾ (البقرة:۱۸۵)

گزشتہ صدی میں قافلہ ملی کے حدی خواں علامہ اقبال نے اس صورت حال کا مرثیہ اس طرح کہا تھا:

عیدِ آزاداں شکوہِ ملک و دیں
عیدِ محکوماں ہجومِ مؤمنیں!

اور

نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہیں تو باقی نہیں ہے!

رمضان المبارک اور روزے کے اجتماعی فوائد مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ کے مذکورہ لٹریچر میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ سیرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ہاں رمضان المبارک صرف انفرادی برکات اور حصولِ ثواب کے مواقع ہی نہیں لاتا تھا بلکہ میدان کارزار میں حق وباطل کی کشاکش بھی اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ اس ماہِ مبارک میں جاری رہی۔ چنانچہ یوم بدر جسے اللہ تعالیٰ نے ''یوم الفُرقان'' (حق وباطل میں فرق کر دینے والا دن) قرار دیا، رمضان المبارک ۲ ہجری میں پیش آیا۔ دیکھئے کیسی مناسبت ہے کہ قرآن حکیم کو بھی اللہ تعالیٰ نے ''فرقان'' سے تعبیر فرمایا اُسی آیت میں جس میں روزہ کی فرضیت کا تذکرہ ہے۔

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ

الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ﴾ (البقرۃ:۱۸۵)

’’رمضان وہ مہینہ ہے کہ جس میں قرآن نازل کیا گیا‘ لوگوں کے لیے ہدایت بنا کر اور ہدایت کی واضح نشانیوں اور حق و باطل کے درمیان امتیاز کے کھلے دلائل کے ساتھ۔‘‘

معلوم ہوا کہ اس ماہ مبارک میں دو ’’فرقان‘‘ ہیں‘ یعنی ایک تو قرآن جو حق و باطل کے درمیان دلیل کی قوت سے فرق کرنے والا ہے اور دوسرا ’’فرقان‘‘ غزوۂ بدر ہے جو عالم واقعہ میں بالفعل حق و باطل میں فرق کا سبب بنا۔ یومِ بدر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غلبہ دیا اور کفار کو ذلت آمیز شکست سے دوچار کیا۔ دکھانا یہ مقصود ہے کہ رمضان المبارک میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام ؓ انفرادی اعمالِ خیر کے ساتھ غلبۂ دین کی جدوجہد کو بھی جاری رکھے ہوئے تھے۔ رفقائے تنظیم اسلامی کے لیے رمضان المبارک کے دوران یہ پہلو بھی انتہائی اہم ہے۔ تنظیم اسلامی نے اپنے لیے جو طریقۂ کار اور منہج اختیار کیا ہے اُس کی رو سے مراحل انقلاب میں سے دعوت‘ تربیت اور تنظیم کے مراحل اس وقت درپیش ہیں۔ اس نسبت سے رفقاءِ تنظیم کی ان تینوں ضروریات کو رمضان المبارک بااحسن وجوہ پورا کرتے ہوئے بھرپور دعوتِ عمل ہمارے سامنے رکھتا ہے۔

تنظیم اسلامی کے تحت دورۂ ترجمہ قرآن کی محافل

دورۂ ترجمہ قرآن کی محافل کے انعقاد سے رفقائے تنظیم اسلامی کو منہج نبوی ﷺ کے ان تینوں مراحل پر عمل کے مواقع میسر آتے ہیں۔

۱۔ دعوت:

رمضان المبارک کی آمد سے قبل ہی دورۂ ترجمۂ قرآن کی محافل کے لیے تیاریوں کا آغاز کر دیا جاتا ہے‘ جن میں سب سے اہم کام دعوت ہی کا ہوتا ہے۔ قرآن کی دعوت کو عام کرنے اور اس کے انقلابی پیغام کو لوگوں تک پہنچانے کا یہ بہترین موقع ہوتا ہے۔ رمضان میں دل نرم ہوتے ہیں‘ اذہان نیکی کی طرف مائل ہوتے ہیں اور دین داری کی ایک عمومی فضا بنی ہوتی ہے۔ اس بنا پر لوگوں کو دعوت دے کر دورۂ ترجمہ قرآن کی محافل میں شریک کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر رفیق داعی الی اللہ کا کردار ادا کرے اور موقع کی اہمیت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اس سے بھرپور فائدہ اٹھائے۔ اپنے دوست احباب کو اس محفل کی برکتوں سے روشناس کروائے اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ ان محافل میں شریک ہو۔ جاننا چاہیے کہ دعوت کا کام دورۂ ترجمۂ قرآن سے قبل ہی مکمل نہیں ہو جاتا بلکہ دورے کے دوران بھی جو احباب پروگرام میں شریک ہو رہے ہوں اُن سے ربط و ضبط پیدا کیا جائے اور رمضان المبارک کے بعد انہیں مقامی حلقہ جاتِ قرآنی سے منسلک کرنے کی کوشش کی جائے۔

۲۔ تربیت:

ویسے تو ماہِ رمضان ہے ہی تربیت کا مہینہ‘ مگر دورۂ ترجمہ قرآن کی محافل میں رفقائے تنظیم کے لیے فکری و عملی تربیت کا بہت سا سامان ہے۔ رمضان کی راتوں میں قرآن کے ساتھ قیامٗ روح کی بالیدگی اور تر و تازگی کا ذریعہ ہے۔ ساتھ ہی یہ داعیٔ دین کی ناگزیر ضرورت ’’علمِ دین‘‘ کو بھی کسی درجہ میں پورا کرتا ہے۔ وہ افراد جو تحریک رجوع الی القرآن سے وابستہ ہوں اور خود خادمِ قرآن اور داعیٔ قرآن ہوں ان کے لیے انتہائی ضروری ہے کہ قرآن حکیم کے ترجمے اور مفاہیم سے خوب واقف ہوں۔ دورۂ ترجمہ قرآن میں شعوری اور کل وقتی شرکت اس ضرورت کو پورا کرتی ہے۔

یہ قرآن حکیم ہی ہے جو محمدٌ رسول اللہ ﷺ کا آلۂ انقلاب بھی تھا اور آلۂ تربیت بھی۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۤ﴾ (الجمعہ:۲)

’’وہی ہے (اللہ) جس نے رسول بھیجا اُمیین میں انہیں میں سے‘ وہ ان پر اللہ کی آیات تلاوت کرتے ہیں‘ ان کا تزکیہ کرتے ہیں‘ اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔‘‘

۳۔ تنظیم:

دورۂ ترجمہ قرآن کی محافل کا انعقاد بلاشبہ ایک مشکل امر ہے‘ مسلسل تیس روز تک باقاعدگی کے ساتھ منظّم انداز میں کسی محفل کو منعقد کرنے کے لیے کافی محنت اور یکسوئی درکار ہے۔ رفقاء جب احساسِ فرض کے تحت اپنے بالاترنظم کے احکامات پر سمع و طاعت اور عمدگی کے ساتھ عمل کریں تو ہی ان محافل کو حسن و خوبی کے ساتھ منعقد کیا جا سکتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے

کہ دورانِ ماہِ رمضان سمع وطاعت کے جذبے کو تازہ رکھا جائے۔

رمضان المبارک اور انفاقِ مال

انفاق کے حوالے سے ہم جانتے ہیں کہ ایک ہے فرض انفاق یعنی زکوٰۃ اور دوسرا ہے نفلی انفاق۔ اکثر افراد کا معمول ہے کہ رمضان المبارک میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ یہ بات اس اعتبار سے مناسب ہے کہ زکوٰۃ قمری تقویم سے فرض ہوتی ہے تو حساب میں سہولت رہتی ہے۔ ادائیگیٔ زکوٰۃ کا اہتمام ضروری ہے۔ چونکہ یہ ایک عبادت ہے (ٹیکس یا چیریٹی نہیں) لہٰذا لازم ہے کہ اس کی ادائیگی شریعت میں معین طرز پر کی جائے۔ ہر صاحب نصاب پر اس کے احکام ومسائل کا جاننا ضروری ہے۔ نفلی انفاق کی مزید دو اقسام ہیں۔ ایک وہ جو اللہ کی مخلوق پر خرچ کیا جائے جسے عوام صدقات وخیرات سے تعبیر کرتے ہیں اور دوسری قسم وہ ہے جو اللہ کے دین کے لیے خرچ کیا جائے' یعنی اجتماعی فرائض کی ادائیگی' جیسے اللہ کے دین کی سربلندی کی جدوجہد' دینی علوم کی نشر واشاعت وغیرہ پر' اسے اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے ذمہ قرض سے تعبیر کرتے ہیں۔ وعدۂ ربانی ہے:

﴿مَنْ ذَاالَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗٓ اَضْعَافًا کَثِیْرَۃً ؕ﴾

(البقرۃ:٢٤٥)

''کون ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ کو قرض دے ـــــ بہترین قرض ـــــ کہ وہ (اللہ تعالیٰ) اسے بڑھائے چڑھائے اس کے لیے' کئی گنا زیادہ۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان المبارک میں سخاوت کا حال یوں بیان کرتے ہیں:

((کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَجْوَدَ النَّاسِ وَکَانَ اَجْوَدُ مَا یَکُوْنُ فِیْ رَمَضَانَ حِیْنَ یَلْقَاہُ جِبْرِیْلُ' وَکَانَ جِبْرِیْلُ یَلْقَاہُ فِیْ کُلِّ لَیْلَۃٍ مِنْ رَمَضَانَ فَیُدَارِسُہُ الْقُرْآنَ' فَلَرَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ حِیْنَ یَلْقَاہُ جِبْرِیْلُ اَجْوَدُ بِالْخَیْرِ مِنَ الرِّیْحِ الْمُرْسَلَۃِ))(١)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور خصوصاً رمضان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت اور بڑھ جاتی تھی جب حضرت جبریل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرتے تھے۔ اور جبریل علیہ السلام رمضان کی ہر شب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرتے تھے اور آپ ؐ ان سے قرآن کا دور فرمایا کرتے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبریل علیہ السلام سے ملاقات کرتے تو آپ ؐ کی سخاوت تیز ہوا سے بھی زیادہ بڑھ جاتی تھی۔''

ہم نے انفاق فی سبیل اللہ کا تذکرہ انفرادی امور اور اجتماعی امور دونوں کے بعد کیا ہے اس لیے کہ یہ عمل دونوں کا جامع ہے۔ لہٰذا اللہ کی راہ میں رمضان المبارک کے دوران زیادہ سے زیادہ خرچ کرنا چاہیے اور جو تقسیم ذکر کی گئی ہے اُن سب کو خرچ کرتے وقت ملحوظ رکھنا چاہیے۔

ربّ کریم سے دعا ہے کہ ہمیں رمضان المبارک کی ساعتوں سے خوب بہرور فرمائے اور جو کچھ گزارشات کی گئیں ان پر سب سے پہلے راقم کو اور تمام رفقاءِ تنظیم اسلامی کو اخلاص کے ساتھ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

یومُ الفرقان در ماہِ رمضان

(ماہِ رمضان میں یوم الفرقان یعنی غزوۂ بدر کا منظر)

زمین بدر تک جب آ گیا سیل سیہ کاری ۔۔۔ مدینے سے اٹھا نورِ خدا بھر ضیا باری
مبارک جمعہ کا دن تھا' سترہویں تھی ماہِ رمضاں کی ۔۔۔ شہادت گاہ میں فوج آ ہی پہنچی اہل ایماں کی
عجب انداز سے آئے خدا کے چاہنے والے ۔۔۔ زبانیں خشک پوشاکیں دریدہ پاؤں میں چھالے
یہ اس قربان گاہ میں آج پیدل چل کے آئے تھے ۔۔۔ نہا کر اوس میں اور دھوپ میں جل جل کے آئے تھے
نہ ان کے پاس تلواریں نہ ان کے پاس ڈھالیں تھیں ۔۔۔ نہ غلّہ ان کے اونٹوں پر نہ پانی کی پکھالیں تھیں
عَلَم خورشید کا ان کے سروں پر سایہ افگن تھا ۔۔۔ کہ یہ اک ایک چہرہ نورِ عرفانی کا مخزن تھا
مئے وحدت سے قلب مطمئن سرشار تھا ان کا ۔۔۔ کہ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم قافلہ سالار تھا ان کا
انہی کا فرض تصویرِ وفا میں رنگ بھرنا تھا ۔۔۔ رگِ ہستی کو اپنے خون سے سیراب کرنا تھا
نہیں تھا تین سو تیرہ کے آگے تک شمار ان کا ۔۔۔ سنا یہ ہے کہ ان کے ساتھ تھا پروردگار ان کا

(١) صحیح البخاری' کتاب بدء الخلق' باب ذکر الملائکۃ

اِدھر روشن ہوئی روئے نبی ﷺ سے بدر کی وادی اُدھر پائی شہ خاور نے دامِ شب سے آزادی
بیاباں کے عظیم الشان منظر سے اٹھے پردے کہ جیسے قلب میں کوئی فرشتہ معرفت بھردے
ہوئی جب روشنی تو آسماں والوں نے کیا دیکھا زمیں پر نور وظلمت کا نرالا معرکہ دیکھا
کھڑی تھی ایک مٹھی بھر جماعت حق پسندوں کی بھری دنیا سے منھ موڑے ہوئے دیندار بندوں کی
نہتے بے سروسان بھوکے اور تھکے ہارے کہ مل کر تین سو تیرہ جوان و پیر تھے سارے
کٹی تھی زندگی جن کی ریاضت میں عبادت میں شہادت کے لیے آئے تھے میدانِ شہادت میں
پتا دیتی تھی ان کی خاکساری سربلندی کا نگاہوں میں مرقع تھا دلوں کی دردمندی کا
یہ آئے تھے کہ شمعِ دینِ حق کا بول بالا ہو پتنگے جل بجھیں لیکن اندھیرے میں اُجالا ہو
یہ مرگ وزندگی میں فیصلہ کرنے کو آئے تھے جوانمردوں کی صورت مارنے مرنے کو آئے تھے
یہ پہلا جیش تھا دنیا میں افواجِ الٰہی کا! جسے اعلان کرنا تھا خدا کی بادشاہی کا!!
یہ لشکر ساری دنیا سے انوکھا تھا نرالا تھا کہ اس لشکر کا افسر ایک کالی کملی والاؐ تھا

حفیظؔ جالندھری